کمپنی کا ملازم کی میڈیکل انشورنس کروانا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Lar10451 تاریخ: 16-02-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک پرائیویٹ کمپنی اپنے ملازموں کی خود بخود ہیلتھ انشورنس کرواتی ہے، جس کے لیے ملازم کو ایگریمنٹ پر دستخط وغیرہ نہیں کرنے پڑتے، اس کی سیلری سے رقم بھی نہیں کٹتی، سارے معاملات کمپنی خود ہی کرتی ہے۔ ہاں کمپنی ملازم کو ایک فارم دیتی ہے، جس پر ملازم طبی اخراجات لکھ کر کمپنی کو دیتا ہے اور پھر کمپنی اس کے مطابق انشورنس کمپنی سے رقم لے کر بعینہ وہی رقم ملازم کو دیتی ہے اور اس میں یہ بات بھی ہے کہ اگر ملازم کمپنی کو طبی اخراجات والا فارم فل کر کے نہ دے، بلکہ اسے کہہ دے کہ میں نے اخراجات نہیں لینے تو پھر کمپنی ایسے ملازم کی ہیلتھ انشورنس ہی نہیں کرواتی۔ اگر پہلے سے اس کا نام انشورنس کمپنی میں لکھوادیا ہو تو کمپنی اس کا نام وہاں سے خارج کروادیتی ہے، جس وجہ سے نہ تو کمپنی کو رقم جمع کروانی پڑتی ہے اور نہ اس پر انشورنس کمپنی کوئی پرافٹ دیتی ہے۔

شرعی رہنمائی فرمائیں کہ:

(1) کمپنی کا ملازم کے نام کی ہیلتھ انشورنس کروانا کیسا ہے؟

(2) ملازم کے لیے اس صورت میں کیا حکم شرعی ہے، یہ طبی اخراجات کا فارم فل کر کے رقم لے سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) صورتِ مسئولہ میں کمپنی مالک کا ملازموں کے لیے ہیلتھ انشورنس کروانا، جائز نہیں ہے کہ یہ جوئے پر مشتمل ہے کہ ہیلتھ انشورنس میں اپنی رقم کو خطرے پر پیش کیا جاتا ہے کہ ہیلتھ انشورنس کی صورت میں اگر بیمار وغیرہ ہوئے تو جمع کروائی گئی رقم سے زیادہ ملتا ہے، ورنہ اپنی جمع کروائی گئی رقم بھی واپس نہیں ملتی اور جوا ناجائز و حرام ہے۔

اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق جوا بہت بڑا گناہ، ناپاک و شیطانی کام ہے، جس سے بچنے میں ہی انسان کی فلاح ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ٘ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: "تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔" (سورۃ البقرہ، پارہ 02، آیت 219)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان:"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔" (سورۃ المائدہ، پارہ 07، آیت 90)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"إن اللہ حرم علیکم الخمر والمیسر والکوبۃ وقال کل مسکر حرام" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور کوبہ (ڈھول) حرام کیا اور فرمایا: ہر نشے والی چیز حرام ہے۔

(سنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب ما یدل علی ۔۔۔ الخ، جلد 10، صفحہ 360، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حاشیہ شلبی میں ہے:"ان اللہ تعالی حرم القمار" ترجمہ: اللہ عزوجل نے جوئے کو حرام فرمایا۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبي، جلد 6، صفحہ 31، مطبوعہ ملتان)

المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی میں ہے:"القمار مشتق من القمر الذی یزداد وینقص، سمی القمار قماراً، لا ن کل واحد من المقامرین ممن یجوز ان یذھب مالہ الی صاحبہ، ویستفید مال صاحبہ، فیزداد مال کل واحد منھما مرۃ وینتقص اخری، فاذا کان المال مشروطاً من الجانبین کان قماراً، والقمار حرام، ولان فیہ تعلیق تملیک المال بالخطر، وانہ لا یجوز" ترجمہ: قمار، قمر سے مشتق (نکلا) ہے، جو بڑھتا اور گھٹتا ہے، اسے قمار اس لیے کہا جاتا ہے کہ مقامرین (جوا کھیلنے والوں) میں سے ہر ایک کا مال اس کے ساتھی کے پاس جاسکتا ہے اور وہ اپنے ساتھی کے مال سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے، پس ان میں سے ہر ایک کا مال کبھی بڑھ جاتا ہے اور کبھی کم ہو جاتا ہے، پس جب مال جانبین سے مشروط ہو تو وہ قمار ہو گا اور قمار حرام ہے اور اس لیے کہ اس میں مال کے مالک بنانے کو خطرے پر معلق کیا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔

(المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی، کتاب الاستحسان والکراھیۃ، جلد 06، صفحہ 54، مطبوعہ کوئٹہ)

(2) اور رہا ملازم کا معاملہ تو اس میں دو طرح کی خرابیاں ہیں:

(الف) اس انشورنس کے کرنے میں اگرچہ ملازم کو دستخط نہیں کرنے پڑتے، لیکن اس انشورنس میں ملازم کا تعاون شامل ہے، وہ اس طرح کہ اگر ملازم طبی اخراجات والا فارم فل کرکے نہ دے، تو کمپنی اس کے نام کا انشورنس ہی نہیں کروائے گی اور اگر کروایا ہو تو ختم کرادے گی، تو اب انکار نہ کرنا، بلکہ طبی اخراجات کا فارم فل کرکے دینا، یہ انشورنس کروانے، اس کو برقرار رکھنے اور ناجائز رقم لینے میں تعاون کرنا ہے اور یہ تمام کام گناہ ہیں اور گناہ کے کام پر تعاون کرنا بھی گناہ ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:﴿ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ ترجمہ کنزالایمان:"اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔"

(سورۃ المائدہ، پارہ 06، آیت 02)

(ب) اگرچہ ملازم انشورنس کے ایگریمنٹ پر اپنے دستخط وغیرہ نہیں کرتا، لیکن بعد میں اسے انشورنس والی رقم ہی ملتی

ہے اور انشورنس والی رقم میں جوئے کی ناجائز و حرام رقم شامل ہے، اس میں جتنی رقم دینے والے کی ہے، اتنی وہ خود رکھے یا کسی دوسرے کو دے، اس کا تو اس کو اختیار ہے، لیکن جتنی رقم سامنے والے کی ہے وہ اسے واپس کرنا لازم ہے، ملازم کو دینا اور ملازم کا لینا، یہ دونوں کام ناجائز ہیں۔ جوئے میں حاصل کردہ مال باطل طریقہ سے کسی کے مال کو لینے کے زمرے میں آتا ہے، جس کی ممانعت قرآن عظیم میں وارد ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔“ (سورۃ البقرہ، پارہ 02، آیت 188)

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا، خواہ لوٹ کر یا چھین کر، چوری سے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی یا چغل خوری سے یہ سب ممنوع و حرام ہے۔“
(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ البقرہ، پارہ 02، آیت 188، ص 63، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”جس قدر مال جوئے میں کمایا محض حرام ہے۔۔۔ اور اس سے براءت کی یہی صورت ہے کہ جس جس سے جتنا مال جیتا ہے اسے واپس دے، یا جیسے بنے اسے راضی کرکے معاف کرالے، وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو واپس دے، یا ان میں جو عاقل بالغ ہوں ان کا حصہ ان کی رضامندی سے معاف کرالے، باقیوں کا حصہ ضرور انہیں دے کہ اس کی معافی ممکن نہیں اور جن لوگوں کا پتہ کسی طرح نہ چلے، نہ ان کا، نہ ان کے ورثہ کا، ان سے جس قدر جیتا تھا، ان کی نیت سے خیرات کردے، اگرچہ اپنے محتاج بہن، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں کو دے دے، اس کے بعد جو بچ رہے گا وہ اس کے لیے حلال ہے۔۔۔ غرض جہاں جہاں جس قدر یاد ہو سکے کہ اتنا مال فلاں سے ہار جیت میں زیادہ پڑا تھا اتنا تو انہیں یا ان کے وارثوں کو دے، یہ نہ ہوں تو ان کی نیت سے تصدق کرے، اور زیادہ پڑنے کے یہ معنی کہ مثلاً ایک شخص سے دس بار جوا کھیلا، کبھی یہ جیتا کبھی یہ، اس کے جیتنے کی مقدار مثلاً سو روپے کو پہنچی اور یہ سب دفعہ کے ملاکر سوا سو جیتا، تو سو سو برابر ہوگئے، پچیس اس کے دینے رہے۔ اتنے ہی اسے واپس دے، وعلی ہذا القیاس، اور جہاں یاد نہ آئے کہ کون کون لوگ تھے اور کتنا لیا، وہاں زیادہ سے زیادہ تخمینہ لگائے کہ اس تمام مدت میں کس قدر مال جوئے سے کمایا ہوگا، اتنا مالکوں کی نیت سے خیرات کردے، عاقبت یونہی پاک ہوگی۔“
(فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 651، 652، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

03 رجب المرجب 1442ھ/16 فروری 2021ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج daruliftaahlesunnat/ اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے